حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ العالی

دوامِ حدیث

قسط نمبر ۱۷

ایک اسلام

"اب تیسری تاریخی غلطی سنیے :

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ کیا تورات میں حضور صلعم کے متعلق کوئی آیت موجود ہے ؟ کہا کیوں نہیں ! آپ کے متعلق یہ آیت تورات میں موجود ہے :

"یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و حرزا للامیین انت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ" الخ ...

" اے رسول ہم نے تمہیں شاہد، بشیر، نذیر اور ان پڑھ عربوں کا محافظ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ ہے اور رسول ہے۔ تو ترش مزاج ہے نہ تند طبع "

تورات کو الف سے یا تک پڑھ جائیے، یہ الفاظ کہیں نہیں ملیں گے۔ ممکن ہے آپ یہ کہدیں کہ اجی صاحب! تورات میں اس قدر تحریف ہو چکی ہے کہ اس کی کوئی کل سیدھی نہیں رہی۔ یہ آیت ملے تو کہاں سے ؟ اس کے دو جواب ہیں :

اوّل اگر تحریف ہو چکی ہے تو ابن عمر نے وہ آیت کہاں سے دیکھ لی ؟ حضرت موسیٰ کا

زمانہ اندازاً پندرہ سو برس قبل مسیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے عہد تک پورے دو ہزار سال گذر چکے تھے، مبینہ تحریف اس عہد میں ہو چکی ہوگی۔ خود مسیحی مصنف بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہود ا (۶۹۸ق م) کے زمانہ میں تورات گم ہو گئی تھی اور ۵۰ برس کے بعد دستیاب ہوئی تھی۔ مسلم محققین اسی عہد کو تحریف تورات کا عہد تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل تورات نہیں ملی تھی بلکہ ایک جعلی نسخہ تیار کر لیا گیا تھا۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ تورات بخت نصر کے حملے میں ضائع ہوئی تھی۔ یہ حملہ ۶۰۶ ق م میں تاجدار بابل (بخت نصر) نے سلطنت یہود پر کیا تھا۔ ہر یہودی کو قتل کر ڈالا تھا یا قیدی بنا کر ساتھ لے گیا تھا اور تورات کو جلا دیا تھا۔ مبینہ تحریف کا زمانہ ۶۹۸ ق م ہو یا ۶۰۶ ق م وہ بہر حال ولادتِ رسول سے صدیوں پہلے ہو چکی تھی۔ اس زمانہ میں تورات کے نسخوں کی تعداد محدود تھی اور تحریف آسانی سے ہو سکتی تھی، لیکن عہدِ رسول میں ہزار ہا نسخے مختلف ممالک میں موجود تھے اور بعد میں ان کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ اس لئے تحریف آسان نہیں تھی۔ یہ تو ممکن تھا کہ کوئی شخص اپنے ذاتی نسخے ردّ و بدل کر دیتا۔ آخر یہودیوں میں بھی ہزار ہا شخص ایسے موجود ہوں گے جنہیں اپنی کتاب سے اسی طرح محبت ہوگی جس طرح ہمیں قرآن سے۔ اگر ہم قرآن میں تحریف کا تصور تک نہیں کر سکتے تو یہودیوں کے متعلق یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا ہر فرد تحریف کے لئے تیار تھا:

"ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون"

کہ "موسیٰ کی قوم میں ایسے لوگ موجود تھے جو سچائی کا راستہ دکھاتے تھے"۔ یہ سچے یہودی تورات کی تحریف کس طرح گوارا کر سکتے تھے؟ بنابریں اگر تحریف ہوئی تھی تو وہ یقیناً نزولِ قرآن سے صدیوں پہلے ہو چکی ہوگی۔ ان حالات میں کیا ہم دریافت کر سکتے ہیں، ابن عمر نے یہ آیت کہاں سے دیکھ لی تھی؟

دوم، حضرت مسیح نے اعلان کیا تھا کہ جب تک زمین آسمان نہ ٹل جائیں، ایک نقطہ یا شوشہ تورات سے ہرگز نہیں ٹلے گا۔ (انجیل متی، باب ۵، آیت ۷)

اگر تورات محرف ہو چکی تھی تو حضرت مسیح اتنے زور سے یہ اعلان کیوں کرتے؟ صاف صاف کہہ دیتے، تورات گم ہو چکی ہے یا بگڑ چکی ہے۔ اس کے تمام احکام منسوخ ہو چکے ہیں، اس لئے میں نئی کتاب لیکر آیا ہوں۔ تورات کی تصدیق کرنا اور ڈنکے کی چوٹ

کہنا کہ تورات کا ہر شوشہ اور نقطہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں، اس کا ایک حرف تک نہیں بدل سکتا۔ صاف صاف اعلان ہے، اس حقیقت کا کہ حضرت مسیح کے عہد تک تورات اپنی اصلی حالت میں باقی تھی اور بخت نصر وغیرہ کی حکایات سب فرضی ہیں۔ تورات کے غیر محرف ہونے پر کچھ تاریخی شواہد بھی موجود ہیں، لیکن چونکہ ہمارے علمائے الہام کے مقابلہ میں تاریخ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اس لئے ہم اس موضوع پر قرآن کا فیصلہ درج کرتے ہیں۔

۱۔ سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں ہمیں تمام سابقہ آسمانی صحائف پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر وہ کتابیں محرف ہو چکی تھیں اور غلط سلط تھیں تو ان پر ایمان لانے کا مقصد؟

۲۔ جس طرح انجیل کے متعلق قرآن نے ہمیں بتایا کہ وہ تورات کی مصدق تھی: "وآتیناہ الانجیل فیہ ھدی ونور ومصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ"

کہ "ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی جس میں نور ہدایت ہے اور جو تورات کی تصدیق کرتی ہے۔"

اسی طرح قرآن نے تورات و انجیل ہر دو کی تصدیق کی:

"مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ والانجیل"

کہ "قرآن تورات و انجیل ہر دو کی تصدیق کرتا ہے۔"

تصدیق کے معنے ہیں سچا سمجھنا اور درست تسلیم کرنا۔ جب قرآن تورات و انجیل کی صداقت کا اعلان کر رہا ہے تو آپ کون ہوتے ہیں انہیں جھوٹا سمجھنے والے؟ کیا قرآن ایک محرف اور جھوٹے صحیفے کی تصدیق کر سکتا ہے؟ کیا خدا کے علم میں نہیں تھا کہ تورات میں تصرف ہو چکا ہے۔ اگر علم تھا تو تصدیق کیوں کی؟ کیا کوئی مجسٹریٹ کسی جعلی دستاویز کی دیدہ و دانستہ تصدیق کر سکتا ہے؟

۳۔ آپ کہیں گے کہ اللہ نے اصلی تورات کی تصدیق کی تھی، نہ کہ صحیفۂ رائجہ کی۔ بہت اچھا، تو پھر قرآن نے یہ کیوں کہہ دیا:

"قل یا اھل الکتاب لستم علیٰ شیءٍ حتیٰ تقیموا التوراۃ والانجیل"

"اے رسول، اہل کتاب سے کہہ دو کہ جب تک وہ تورات و انجیل پر عمل نہیں کریں گے

ان کی بگڑی کبھی نہ بن سکے گی۔

اگر یہ کتابیں انسانی دست دبرد سے ناپاک ہو چکی تھیں تو اہل کتاب کو ان پر عمل کرنے کی دعوت کیوں دی؟

اور سنیئے:

"وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ"۔

"ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم درج ہے"۔

یہ نہیں فرمایا کہ "درج تھا" بلکہ "درج ہے"۔ نحو کا مشہور قاعدہ ہے، جہاں جار و مجرور کا متعلق مذکور نہ ہو، وہاں محذوف "کائن" فرض کر لو۔ اس قاعدہ کی رُو سے آیت کے معنے ہوں گے "تورات میں اللہ کا حکم موجود ہے"۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ موجود تھا"، کس کو صحیح سمجھوں، آپ کو یا قرآن کو؟

"انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور"

"ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور موجود ہے"۔

ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

"وھذا کتاب مبارک انزلناہ فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون ہ ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین من قبلنا وان کنا عن دراستھم لغافلین"

کہ ہم نے یہ مبارک کتاب تمہیں عطا کی ہے، اسے مانو اور گناہوں سے بچو تاکہ تم ہماری رحمت کے مستحق بن سکو، اب تم یہ عذر نہیں پیش کر سکتے، ہم سے قبل دو متوں (یہود و نصاریٰ) پر کتابیں نازل ہوئی تھیں لیکن وہ اجنبی زبان میں تھیں اور ہم انہیں سمجھ نہیں سکتے تھے۔

یعنی نزول کی وجہ یہ نہیں بتائی گئی کہ پہلی کتابیں مسخ ہو چکی تھیں بلکہ یہ کہ وہ ایسی زبان میں تھیں جس سے عرب ناآشنا تھے۔ کیا تورات کی صحت پر اس سے بڑی شہادت پیش ہو سکتی ہے؟

اور سنیئے:

"لیسوا سواءً من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل وھم یسجدون یؤمنون باللہ والیوم الآخر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر و

یسارعون فی الخیرات و اولٰئک من الصالحین "

سارے اہل کتاب برے نہیں، ان میں ایسے نیک اور پرہیزگار بھی موجود ہیں جو رات کو اللہ کی آیات (تورات و انجیل) پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں، اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیک اعمال کی طرف بے تابانہ بڑھتے ہیں، یہ لوگ صالح ہیں "

اس آیت میں تورات و انجیل کو اللہ کی آیات کہا گیا ہے۔ اگر تورات بگڑ چکی تھی تو اللہ اس کے احکام کو آیات کیوں کہتا ہے، اور اس پر عمل کرنے والوں کو صالحین میں شمار کیوں کرتا ہے؟

آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ صورتِ حالات ہے تو پھر مسلمان بننے کی ضرورت کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ عیسائی رہ کر نیک عمل کئے جاؤ، نہ قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت نہ رسول پر۔ سارے اسلام سے چھٹی مل گئی، یہ سوال اسلام کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ اسلام کسی زبانی اقرار کا نام نہیں بلکہ نیکی کا نام ہے۔ اگر ایک عیسائی نیکی کر رہا ہے تو وہ قرآن کی رو سے مسلمان ہے، رسول و قرآن کا صحیح پیرو ہے جو نیک ہو، نہ وہ جو کلمہ پڑھے، سارے جہان کی بدمعاشیاں کرتا پھرے۔ آپ کے ہاں اسلام چند عقائد کا نام ہے اور قرآن کے نزدیک صرف نیکی کا۔ اس لئے خدا اور رسول کا صحیح پیرو وہ ہے جو ان احکام پر عمل کر رہا ہے خواہ اس پر عیسائیت کا لیبل لگا ہو یا یہودیت کا، نہ وہ جو خدا و رسول کا صرف زبانی قائل ہو اور عملاً کافر، چونکہ قرآن کے رو سے "ان ھٰذا لفی الصحف الاولٰی صحف ابراھیم و موسٰی " یہ قرآن ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں بھی موجود ہے، اس لئے کتاب موسیٰ کا سچا عامل خود بخود قرآن کا عامل بن جاتا ہے۔ مت بھولئے کہ ہر عمل کا ایک صلہ ہے جو کسی طرح ضائع نہیں ہوتا۔ عامل خواہ مرد ہو یا عورت، عیسائی یا مسلمان، یہ صلہ اسے مل کر رہے گا۔ اہل کتاب کے متعلق ارشاد ہے:

"وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ "

کہ "ہم ان اہل کتاب کے کسی نیک عمل کو ضائع نہیں جانے دیتے "

ممکن ہے، آپ سوچ رہے ہوں کہ وہ جو قرآن میں یہود کے متعلق لکھا ہے کہ وہ تورات میں تحریف کیا کرتے تھے، اس کا کیا مطلب؟ تحریف سے مراد آیات کی من مانی تفسیر کرنا نہ

الفاظ کو بدلنا ۔

"عہد رسول میں تورات اصلی حالت میں موجود تھی، اس تورات میں ابن عمر کی ذکر کردہ روایت کہیں موجود نہیں !"

الجواب :

مندرجہ بالا عبارت میں مصنف نے پہلے تو یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ عبارت جو عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، تورات میں نہیں پائی جاتی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں تاریخی غلط بیانی ہے ۔ پھر ان کا اپنی طرف سے ایک جواب (تورات تحریف ہو چکی ہے اس واسطے یہ عبارت نہیں ملتی) ذکر کرکے اس پر بحث کی ہے ۔ اور اپنی طرف سے پہلے یہ کہا ہے کہ تورات کے محرف ہونے کا زمانہ چھ سو سال قبل مسیح ہے ۔ اس واسطے اگر تحریف ہو چکی تھی تو عبارت تو اس میں موجود ہونی چاہیئے کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے وقت میں نقل کی ہے ۔ اس کے بعد تورات اور انجیل کے غیر محرّف ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ اس پر تین دلائل ذکر کئے ہیں :

اول یہودی بعض راستباز بھی تھے ۔

دوم مسیح نے کہا، تورات کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹلے گا ۔

سوم، قرآن سے استدلال کیا ہے، اس کے ضمن میں یہودیوں اور عیسائیوں کے بدوں، مسلمان ہونے کے ناجی قرار دیا ہے بلکہ اسلام صرف عمل کا ہی نام رکھ دیا ہے ۔

اس کا مقصد معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں تو تحریف ہو چکی ہے اور حدیث کے بغیر قرآن کا سمجھنا مشکل ہے، اس لئے اسلام سے تو چھٹی ہوئی، اب اپنا اصل مقصد ظاہر کر دیا ہے کہ تورات و انجیل غیر محرف ہیں، ان پر عمل کرکے نجات ہو سکتی ہے ۔ پس یہودی اور عیسائی بننا مسلمان بننے سے بہتر ہے، یہ ہے ان کی عبارت کا خلاصہ مطلب !

اولاً یہ عرض ہے کہ یہ حدیث عبداللہؓ بن عمرو سے ہے نہ عبداللہ بن عمرؓ سے ۔

دوم عبداللہؓ بن عمرو نے جو تورات کا لفظ بولا ہے، تورات سے مراد ان کی صرف موسیٰؑ کی کتاب نہیں بلکہ وہ سب پہلی کتابیں مراد ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبیوں کی طرف منسوب ہیں ۔ جو آیت تورات کے حوالہ سے لکھی گئی ہے، اس کا بعض حصہ تو قرآن کا ہے اور بعض حصہ کسی سابق کتاب کا ہے : "یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا" یہ حصہ قرآن کا ہے جو سورہ احزاب میں ہے، اس کے بعد کا حصہ کسی پہلی کتاب کا ہے جس کو تورات سے تعبیر کیا ہے ۔ اکثر

پیشین گوئیاں یسعیاہ کی کتاب میں ہیں، یہ پیش گوئی بھی اسی کتاب کی ہے۔ مگر ان الفاظ کو اس ترتیب کے ساتھ اس میں تلاش کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ الفاظ منتفرق طور پر اس میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے سورۂ صف میں عیسیٰ علیہ السلام کا وعظ جس ترتیب کے ساتھ ہے، اس ترتیب کے ساتھ انجیل میں نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"انی رسول اللّٰہ الیکم مصدق لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد"

کہ "میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں، تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے پیچھے آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں، جس کا نام احمد ہے"

اب یہ تین باتیں:

۱۔ میں رسول ہوں۔

۲۔ تورات کا مصدق ہوں۔

۳۔ اور آنے والے نبی کی خوشخبری دیتا ہوں، ایک جگہ انجیل میں نہیں بلکہ منتفرق طور پر ہیں۔ اسی طرح جو باتیں اس عبارت میں ہیں، منتفرق طور پر یسعیاہ نبی کی کتاب میں موجود ہیں

ص۴۲ "دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، برگزیدہ، جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ قوموں میں عدالت جاری کریگا، وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کریگا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دیگی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑیگا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائیگا" الخ

اس پیشین گوئی اور اس قسم کی دوسری پیشین گوئیوں سے اس قسم کے الفاظ مل جاتے ہیں۔

ثانیاً یہ عرض ہے کہ تورات کے محرف ہونے پر داخلی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح انجیل کے محرف ہونے پر بھی دلائل موجود ہیں۔ یہ وہ تورات نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔

باب ۳۴، آیت ۵ میں ہے:

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے موافق وہیں مواب کے ملک میں وفات پائی"

اور آیت ۶ میں ہے: "پر آج تک کسی کو اس کی قبر معلوم نہیں"

اور آیت ۱۰ میں ہے:

"اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند، جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں، نہیں اٹھا"

یہ تین آیتیں علی الاعلان کہہ رہی ہیں کہ یہ تورات موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ زمانہ گزرنے پر لکھی گئی جب کہ لوگوں کو ان کی قبر بھی یاد نہ رہی۔

دوسری شہادت یہ ہے کہ تورات میں انبیاء علیہم السلام کے متعلق زنا تک بلکہ بت پرستی کرانے کا بھی ذکر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں بعد کی لکھی ہوئی ہیں۔

یہی حال انجیل کا ہے، چار انجیلوں میں بھی اختلاف ہے، کسی میں کچھ اور کسی میں کچھ۔ ان میں رطب و یابس پایا جاتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ مسیح نے جو یہ کہا تھا کہ تورات کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹلے گا، تو اس کا تعلق منسوخ ہونے کے ساتھ ہے۔ یعنی جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے، اس وقت تک منسوخ نہیں ہوگی۔ انجیل کے الفاظ اس طرح ہیں:

"منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔" (متی، باب ۵، آیت ۱۸)

یعنی جب وہ پیشین گوئیاں پوری نہ ہوں جن کا پورا ہونا منسوخ ہونے سے پہلے ضروری ہے، آسمان اور زمین بھی ٹل جائیں، مگر اس وقت تک تورات منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جب تک آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائیں، اس وقت تک تورات کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح یہ کہنا کہ یہودی نیک بھی تھے، وہ کسی طرح تحریف پر راضی نہ ہو سکتے تھے، اسی صورت میں قابلِ استدلال ہو سکتا ہے، جب ان کی رضا سے تحریف ہوئی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ تورات کے نسخے جبراً تلف کر دیئے جائیں اور ان کی جگہ تحریف شدہ نسخے رکھ دیئے جائیں۔ مصر میں عیسائیوں نے عربی میں قرآن کے مقابلہ میں ایک کتاب لکھی اور بہت شائع ہوئی۔ مگر جب ان کو اس کتاب کی کمزوری معلوم ہوئی تو پوشیدہ طور پر اس کے تمام نسخے جمع کر کے خورد برد کر دیئے، آج ایک نسخہ بھی اسکا دستیاب نہیں ہوتا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تحریف نہیں ہو سکتی تھی مگر سابق تحریف کا تو کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ محض من گھڑت داستان

ہے، کوئی معقول جواب نہیں۔ خاص کر جب تورات میں اندرونی شہادتوں سے تحریف معلوم ہوتی ہو۔ پس ہو سکتا ہے کہ تحریف شدہ نسخوں میں یہ عبارت نہ ہو۔ اور بعض اور کتابوں میں بطور نقل یہ موجود ہو اور عبداللہ بن عمرو نے اس دوسری کتاب سے تورات کا حوالہ پڑھ لیا ہو۔ اور قرآن سے عدم تحریف پہ جو آیتیں ذکر کی گئی ہیں، ان سے عدم تحریف پر استدلال کرنا درست نہیں ہوتا کہ وہ وحی جوں کی توں اب بھی موجود ہے۔ اس آیت کا صرف یہ مطلب ہے کہ اس بات کو ماننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ رشد و ہدایت شروع سے جاری کیا اور اب تک چلا آیا خواہ وہ محفوظ رہا ہو یا نہ۔

اسی طرح جس آیت میں انجیل کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اس میں ہدایت اور نور ہے، خواہ محرف ہو یا اصلی، کیونکہ قرآن مجید نے یہ نہیں کہا کہ انجیل محفوظ ہے۔ اور قرآن نے یہ بھی نہیں کہا کہ موجودہ انجیل میں نور اور ہدایت ہے کیونکہ عیسائی کے ہاں اناجیل ہیں اور قرآن صرف انجیل کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو انجیل مسیح پر نازل ہوئی اور جو وہ تلقین کرتے رہے اور جس کا ذکر موجودہ اناجیل میں بھی ہے "اس میں نور ہدایت ہے"

اس طرح قرآن نے جو تورات و انجیل کی تصدیق کی تو انہی مسائل میں کی ہے جو قرآن سے ملتے ہیں جیسے قرآن مصدق ہے، ساتھ ساتھ مہیمن بھی ہے۔ ان کتابوں پر رقیب بھی ہے، ان کے تحریف شدہ احکام کی اصلاح بھی کرتا ہے۔

اسی طرح تیسری آیت میں جو یہ ذکر ہے کہ جب تک تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو۔۔ الخ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ قرآن پر ایمان لاؤ کیونکہ قرآن پر ایمان لانا ہی تورات و انجیل کو قائم کرنا ہے، جیسے ایک جگہ فرمایا:

"ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ"

کہ "جو فرقہ قرآن سے کفر کرے، اس کا ٹھکانا بھی جہنم ہے"

ایک جگہ فرمایا:

"فالذین آتیناھم الکتاب یؤمنون بہ ومن ھؤلاء من یؤمن بہ"

کہ "جو کتاب سے واقف ہیں، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان مشرکین سے بھی بعض ایماندار ہیں"

اور جس آیت میں یہ ذکر ہے "فیھا حکم اللہ" (اس میں اللہ کا حکم ہے) اس کا یہ مطلب ہے

کہ یہ لوگ تجھے حکم اس لئے نہیں بناتے کہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کرتے ہیں، اگر ایسی بات ہوتی تو جس مسئلہ میں تیرے پاس آئے تھے، کیا اس میں اس مسئلہ کا جواب نہ تھا۔ کیا وہ اللہ کا حکم نہ تھا، یعنی اللہ کا حکم تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تورات میں تحریف احکام میں نہ ہوئی ہو بلکہ اعتقادات اور واقعات میں ہوئی ہو۔

یہاں ایک نحوی نکتہ بھی بیان کیا ہے، شاید یہ درس نظامی کا بھولا ہوا کوئی مسئلہ ہو۔ جار و مجرور کے متعلق بتایا ہے کہ "کائن" یا "موجود" محذوف ہے، پس معنیٰ ہوا، تورات میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اور اس بات کو فراموش کر دیا کہ اسم فاعل یا مفعول کو مقدر کرنا کوفیوں کا مذہب ہے۔ بصری "ثبت" یا "وجد" نکالتے ہیں۔ اگر کائن سے موجود ہونا سمجھا جاتا ہے تو ثبت اور وجد سے یہ سمجھا جائیگا کہ اس میں اللہ کا حکم تھا۔

آگے ایک اور روایت ہے:

"فیہا ھدی ونور"

کہ "اس میں ہدایت اور نور موجود ہے"

حالانکہ یہ جملہ حال واقعہ ہے۔ یعنی ہم نے تورات کو اس حالت میں نازل کیا کہ اس میں ہدایت اور نور ہے۔

اس کے بعد ایک آیت غلط لکھ دی ہے:

"ولو آمن اھل الکتاب بما انزل الیھم من ربھم" الخ

صحیح آیت اس طرح ہے:

"ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم۔۔" الآیۃ

کہ "اگر یہ لوگ تورات وانجیل اور دوسری کتابوں پر عمل کرتے جو ان پر ان کے رب کی طرف سے اتاری گئی تھیں، ان کی معیشت میں فراوانی ہوتی۔"

آگے اس اعتراض کہ جب تورات وانجیل اصل حالت میں تھیں تو قرآن کی کیا ضرورت پڑی، کا جواب یہ دیا ہے کہ قرآن اس لئے آیا کہ وہ کتابیں عربی زبان میں نہ تھیں، نہ یہ کہ وہ مسخ ہو چکی تھیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن صرف عربوں کے لئے ہے، ہمارے لئے اردو یا پنجابی میں کتاب ہونی چاہیئے۔ قرآن کی اس آیت میں جو وجہ قرآن کے نزول کی بیان کی گئی ہے، اس کا یہ مطلب کہ صرف یہی وجہ ہے بلکہ یہ وجہ بھی ہے کہ تمہارا اعتراض یہ بھی نہ رہے، اگرچہ اعتراض کوئی معقول نہیں

ورنہ لازم تھا کہ کچھ مدت پہلے ہی قرآن اترتا، اس واسطے اس آیت سے یہ سمجھنا کہ پہلی کتب کا منسوخ ہونا، اس کے نزول کی وجہ نہیں باطل ہے۔ بلکہ قرآنِ مجید کے نزول کے بہت سے اسباب ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ عرب کے ذریعہ سارے عالم کو دعوت دی جائے اور وہ دعوت اسی صورت میں مکمل ہو سکتی تھی کہ پہلے ان کی زبان میں کتاب اتاری جائے تاکہ کتاب سے کما حقہٗ واقف ہو سکیں۔

۲۔ پہلی کتابیں محرف ہو چکی تھیں، ان میں واقعات اور عقائد میں ردّ و بدل ہو چکا تھا، ان سے حقیقتِ حال کا معلوم کرنا بہت مشکل تھا۔ قرآن نے جا بجا یہودیوں اور عیسائیوں کے رد میں ان کے فاسد عقائد کا بھی ذکر کیا ہے۔ اناجیل پڑھ کر توحید کا خالص پتہ لگانا بہت مشکل ہے۔

۳۔ وہ کتابیں مکمل نہ تھیں۔ مثلاً یومِ جزا کی تفصیل سے دونوں کتابیں معرا ہیں اور عقائد اور مسائل کی حکمتیں اور ان کے دلائل بیان کرنے میں کم زبان ہیں۔

۴۔ ان کے بعض مسائل پر عمل کرنے کا وقت گذر چکا ہے، وہ احکام وقتی تھے۔

۵۔ وہ کتابیں اور ان کے احکام عالمگیر نہ تھے بلکہ خاص خاص قوموں کے لئے وہ کتابیں آئیں۔

اس کے بعد ص ۱۹۲ میں جو چوتھے پارہ کی آیت "لیسوا سواء" الخ سے یہ سمجھا ہے کہ اس میں جس جماعت کی تعریف کی گئی ہے وہ ابھی تک اپنے مذہب پر قائم ہے، غلط ہے بلکہ اس جگہ اس جماعت سے وہ لوگ مراد ہیں جو علقہٗ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اس جگہ آیات سے مراد قرآن کی آیات ہیں۔

اسلام اگرچہ سب انبیاء کا مذہب تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اسلام کا لفظ اسی مذہب پر بولا جاتا ہے جو قرآن و سنت کی شکل میں مسلمانوں کے پاس ہے اور اسی کے پیروکار کو مسلمان کہتے ہیں کیونکہ پہلے ادیان منسوخ ہو چکے ہیں۔ نسخ کے بعد اب ان کو اسلام نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں فرمانبرداری کے، جب تک فرمان ہے، اس وقت تک تو اس کی تعمیل کو فرمانبرداری کہیں گے، مگر جب حکم اور فرمان کا وقت ہی گذر گیا، تو اس وقت اس کی تعمیل کو نافرمانی کہتے ہیں۔ پس عیسائی اور یہود کو اس وقت مسلمان کہہ سکتے ہیں، جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں۔

یہ کہنا "قرآن چونکہ پہلی کتابوں میں ہے، اس لئے پہلی کتابوں پر عمل کرنے والا قرآن کا عامل ہے" یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا ذکر پہلی کتابوں میں ہے یا اس کے

بعض مسائل، نہ جمیع مسائل - اس آیت "ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ" اور یہ مسئلہ پہلی کتابوں میں ہے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ سارا قرآن پہلی کتابوں میں ہے - پس ثابت ہوا کہ تورات کے غیر محرف ہونے پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں بلکہ داخلی اور خارجی ایسی دلیلیں موجود ہیں جن سے تورات اور انجیل کا محرف ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے - اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کی حدیث کا حوالہ ہم لیسعیاہ کی کتاب باب ۴۲ سے دے چکے ہیں - اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے جس کتاب سے یہ حوالہ نقل کیا ہے وہ اصل کتاب نہ ہو بلکہ اس میں نقل ہو اور نقل میں ناقل کی غلطی ہو - عبداللہ بن عمرو کوئی معصوم نہ تھے کہ ان سے غلطی کا تصور ممنوع ہو، یعنی ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے ناقل پر اعتماد کرکے لکھ دیا ہو -

(باقی)

بقیہ تاریخ قادیان :

. . . بستر مہیا کیے جاتے - اور ان کی مہمان نوازی کے لئے خلیفہ قادیان مرزا محمود کے ماموں میر محمد اسحاق ناظر ضیافت کی ذمہ داری تھی - ان مہمانوں کو کھانے کے بعد مرزائی لٹریچر، انگریزی اور اردو مفت دیا جاتا تھا -

---